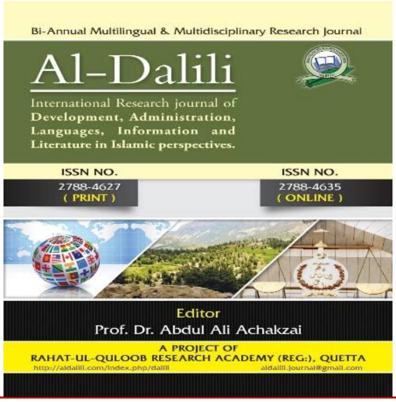

OPEN ACCESS

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0
International License

CC BY

AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)

ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.aldalili.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

"الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" میں ابن حجر عسقلانیؒ کے اسلوب و منہج کا تجزیاتی مطالعہ

A Critical Study on the Methodology of ibn e Hajar Al-Asqalani in his Book “Al-ISĀBA FĪ TAM’YĪZ AS-SAḤĀBAH

AUTHOR

1. Hafiz Muhammad Asif Javeed, Ph.D Scholar, Department of Islamic Thought History & Culture, AIOU, Islamabad, Pakistan.
   Email: abcfarsi@gmail.com
2. Prof. Dr. Ali Asghar Chishti, Ex. Dean. Faculty of Arabic and Islamic Studies, AIOU, Islamabad, Pakistan.

How to Cite: Hafiz Muhammad Asif Javeed, & Prof. Dr. Ali Asghar Chishti. (2021). URDU: الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں ابن حجر عسقلانیؒ کے اسلوب و منہج کا تجزیاتی مطالعہ: A Critical Study on the Methodology of ibn e Hajar Al-Asqalani in his Book “Al-ISĀBA FĪ TAM’YĪZ AS-SAḤĀBAH". *Al-Dalili*, *4*(1), 01–14. Retrieved from https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/80

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/80

Vol. 4, No.1 || July–December 2022 || URDU-Page. 01-14

Published online: 07-08-2022

QR. Code

"الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" میں ابن حجر عسقلانیؒ کے اسلوب و منہج کا تجزیاتی مطالعہ

A Critical Study on the Methodology of ibn e Hajar Al-Asqalani in "his Book “Al-ISĀBA FĪ TAM’YĪZ AS-SAḤĀBAH

[1]محمد آصف جاوید　　[2]علی اصغر چشتی

ABSTRACT:

Indeed, the lives of the companions of Prophet Muhammad (S.A.W) have prominent influence all over the history of Muslims and its effectiveness will certainly be continued at the end of this universe. The study of their lives, customs, traditions and beliefs is an essential part to present the perfect, complete and true picture of Islamic culture and society. It is also dire need of modern Islamic society that its growth and development should be made sure through the implementation of true spirit by following the commands of Allah which has been revealed upon Prophet Muhammad (S.A.W) and practiced throughout the best era of al-Khulafāʾ ar-Rāšidūn. A number of books has about this period has been written by several authors but the literacy work of Ibn Ḥajar al-'Asqalānī is remarkable and prominent. His distinguish name is authentic as narrator of Hadith. “AL-ISĀBA FĪ TAM’YĪZ AS-SAḤĀBAH" is his subtle and splendid have a good materials related to that era. He devoted forty years of his life for the composition of this masterpiece. His critical, analytical, unique methodology and best memory made this book more beneficial and fruitful for the study of knowledge of the companion of Prophet Muhammad (S.A.W). This is a basic source and comprehensive book which revealed the history through the chain of narrators. In this article, the methodology of Ibn Ḥajar al-'Asqalānī ‘s above mentioned book has been discussed because the unique distribution of chapters made this book difficult for the students of ḥadīth and Sīrah. It is a great contribution for researchers of this field and so many new aspects also come out in this respect.

Key words: Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Al-Isāba Fī Tam’yīz As-Saḥābah

مطالعہ تراجم کی اہمیت

بلاشبہ مسلمانوں کی تاریخ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا بہت اثر ہے اور اس کا اثر اس کائنات کے اختتام تک جاری و ساری رہے گا۔ اسلامی ثقافت اور معاشرت کی مکمل تصویر پیش کرنے کے لیے ان کی زندگیوں، رسوم و رواج، عقائد وغیرہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ جدید اسلامی معاشرے کی یہ بھی ضرورت ہے کہ اس کی نشوونما اور ترقی اللہ کے احکامات پر حقیقی روح سے عمل پیرا ہو کر ہی ممکن ہے اور ان کا عملی مظاہرہ دنیا کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بہترین دور میں سامنے آیا۔ اس دور کے بارے میں متعدد کتابیں متعدد مصنفین نے لکھی ہیں لیکن ان میں سے ابن حجر العسقلانی ایک ممتاز، مستند محدث و مورخ ہیں اور ان کی کتاب "الاصابہ فی

تمیز الصحابہ "اس دور سے متعلق اچھے مواد کی حامل ہے۔ اس کتاب کے لیے انھوں نے اپنی زندگی کے چالیس سال صرف کیے۔ ان کے تنقیدی، تجزیاتی، تحلیلی منفرد طریقہ کار اور بہترین یاداشت نے اس کتاب کو علم معرفت صحابہ میں مزید مفید اور نتیجہ خیز بنا دیا۔ یہ ایک بنیادی ماخذ و مصدر کی حامل جامع کتاب ہے جس میں مستند راویوں کے سلسلہ سے قرون اولی کی تاریخ کو آشکار کیا ہے۔ درج ذیل تحقیقی مضمون اس کتاب میں ابن حجر العسقلانی کے نادر اسلوب و منہج اور طریقہ کار کی وضاحت پر مشتمل ہے کیونکہ ابواب کی منفرد تقسیم نے حدیث اور سیرت کے طلباء کے لیے یہ کتاب مشکل بنا دی ہے اسی وجہ سے اس حوالے سے اس پر تحقیق کی ضرورت تھی۔

صاحب الاصابة ابن حجر عسقلانی کا تعارف:

شہاب الدین، أبو الفضل، أحمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن أحمد[1] بن أحمد الکنانی عسقلانی مصری شافعی اور ابن حجر کے نام سے معروف ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابة فی تمیز الصحابہ" صحابہ کرام کے موضوع سے متعلق، ان کی سیرت اور فضائل کو بیان کرنے اور عام مسلمان اور صحابہ کرام کے درمیان امتیاز کرنے والی تصانیف میں سر فہرست ہے۔ اور کوئی طالب علم یا سیرت نگاروں اور صحابہ کرام کی تاریخ کا محققین کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔ شاکر مصطفی کے بقول اس کتاب کے مصادر اصلی کی تعداد 950 ہے جن میں اکثر مخطوطات ہیں اور علم معرفت صحابہ سے متعلق 15 کتب سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے۔[2]

کتاب کے متعدد اسماء:

ابن حجر نے خود اس کا نام "الإصابة في تمييز الصحابة" رکھا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوئی اور اپنی متعدد کتب میں اسی حوالے سے نام بھی لیا جب کہ بعض نے "الإصابة في معرفة الصحابة" یا "الإصابة بمعرفة الصحابة" یا "الإصابة في أسماء الصحابة" کا نام بھی ذکر کیا ہے جب کہ راجح ابن حجر کا اپنا قول ہی ہے کیونکہ وہ دوسری کتب میں اس نام سے موجود ہے اور او یہی نام ابن حجر نے مقصد تالیف سے مطابقت رکھتا ہے تاکہ صحابی اور غیر صحابی میں تمیز ہو جائے اور مبہم، غیر واضح اور ملتبس صحابی کی وضاحت ہو جائے اور اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔[3]

الاصابة کی ترتیب:

الاصابة کو چار حصوں میں ترتیب دیا۔ بہت سے لوگوں نے اصرار کیا کہ ابن حجر پر اپنی کتاب "الاصابة" شائع کریں تو آپ نے استخارہ کیا اور اس کے ہر الف بائی حرف کو چار قسموں میں ترتیب دیا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تراجم کو اسطرح قائم کرنا شروع کیا کہ حرف الف کی چار قسمیں بنائیں اور اسی طرح با اور تا کی آخری حروف تہجی تک چار قسموں کی ایک ترتیب بنائی اور ان میں صحابہ کرام کے نام ایک ترتیب سے جمع کر دیے۔

قسم اول :

پہلی قسم ان صحابہ کرام کے تراجم پر مخصوص ہے جن کی صحبت کا ذکر بطریق روایت یا دوسروں کی طرف سے روایت کے ذریعے کیا گیا ہے خواہ حدیث صحیح، حسن، یا ضعیف ہو۔ اس قسم میں ان تمام صحابہ کے تراجم کو شامل کیا گیا جن کی صحابیت کسی بھی طریق سے ثابت ہوتی

تھی۔ شروع شروع میں اس کی بھی تین اقسام کیں یعنی ثبوت صحابیت بطریق صحیح، دوسری بطریق حسن اور تیسری بطریق ضعیف بعد ازاں یہ تینوں قسمیں کو ایک ہی نوع میں اکٹھا کر دیا۔

قسم دوم:

دوسرا حصہ ان بچوں کے تراجم کے لیے مختص ہے جن کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ عہد نبی میں پیدا ہونے والے صحابہ کرام کے بچے جو سن تمیز تک پہنچنے سے قبل فوت ہو گئے چناں چہ ان کو علی سبیل الالحاق صحابہ میں شمار کیا اور اس کی وجہ غلبہ ظن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ضرور دیکھا ہو گا کیوں کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کو بڑے شوق سے حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاتے تھے تاکہ ان کو گھٹی دی جائے اور آپ ﷺ سے ہی ان کا نام تبرکا رکھوایا جاتا تھا اس کی وجہ مشہور اخبار ہیں جس کی بنیاد پر یہ اصول قائم کیا گیا۔[4]

3۔ قسم سوم:

تیسری قسم میں ان لوگوں کے سوانح نگاری کے لیے مخصوص ہے جنھوں نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا، اور کسی خبر میں یہ نہیں آیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہوں یا انہوں نے آپ ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا ہو، خواہ آپ ﷺ کی زندگی میں مسلمان ہوئے یا نہیں۔ اور یہ علمائے حدیث کے اتفاق سے صحابیت کے درجہ پر نہیں ہیں اگرچہ ان میں سے بعض کا تذکرہ صحابہ کی علمی کتابوں میں ہوا ہے لیکن ان کے تالیف کرنے والوں نے انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے ان کا ذکر محض قرب زمانی کی وجہ سے کیا ہے ورنہ انہیں اس امر کا جزم ہے کہ وہ صحابی نہیں ہیں۔ اور یہ کام ابو حفص بن شاہین (متوفی 385ھ) اور ابی عمر بن عبد البر (متوفی 463ھ) نے کیا ہے[5] اور ایسے لوگوں کی احادیث مرسل ہیں اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔[6]

4۔ قسم چہارم:

ان افراد کے تراجم پر مشتمل ہے جن کو وہم اور غلطی کی بنیاد پر صحابہ کرام میں شمار کیا گیا اور ایسے وہم یا غلطی کی محدثین کے اسلوب اور دلائل میں تردید کی گئی ہے۔ ابن حجر کے بقول اس قسم میں وہ سابقہ مولفین سے منفرد و ممتاز ہیں اور اس باب میں ان پر سبقت لے جانے والا کوئی نہیں ہے۔ ابن حجر کا اہم کام یہ ہے سابقہ محققین نے ان افراد کی طرف محض اشارہ کیا ہے جب کہ ابن حجر نے وہم کا سبب اور غلطی کی وجہ بھی کو بھی ذکر کیا ہے بلکہ بسا اوقات اس غلطی کے مبدا اور آغاز بھی ذکر کر دیتے ہیں اور یہ ایک نیا منہج ہے جو ابن حجر نے اختیار کیا ہے اور اس سے عمدہ نتائج استخراج کیے ہیں گویا انہوں نے اصول حدیث کا علم معرفت صحابہ پر اطلاق کیا اور اس کی روشنی میں ثبوت صحابیت اور عدم ثبوت پر استدلال کیا ہے۔

قسم چہارم کا منہج:

اس قسم میں اصلیت اور تخلیقیت کے پہلو کو پیش کیا گیا ہے جیسا کہ ابن حجر کی تنقیدی صلاحیت اور ان کے وسیع مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس نے وہموں کو درست کیا اور فکری الجھنوں کو حل کیا جو اگرچہ چھوٹی ہیں لیکن اہم ہیں کیونکہ یہ محدثین، سیرت نگار، تراجم صحابہ کرام کی کتب اور عام مصنفین کی کتابوں کے صفحات پر بکثرت موجود ہیں اگرچہ مکمل اغلاط و اوہام کا ذکر اس مختصر تعارف میں ممکن نہیں لیکن چند اوہام و اغلاط کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

اسماء صحابہ میں تحریف اور تصحیف پر تنبیہ:

ابن حجرنے اسماء صحابہ کرام وغیرہ میں ہونے والی تحریف یا تصحیح[7] کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے اور یہاں پر صرف چند مثالیں دے سکتا ہے مثلاً سدید کے ترجمہ میں مولی ابو بکر (ترجمہ نمبر:3740) کے تحت فرمایا کہ یہ کتاب التجرید میں اسی طرح ہے اور اس حرف معجمہ کے تحت ذکر کیا ہے جب کہ ابن حجر نے حرف الشین المعجمہ میں ترجمہ ذکر کیا۔[8] دوسری مثال ابن حجر نے عامر بن مالک بن صفوان کے نام کو پوراذکر کیا ہے جب کہ سابقہ محققین کے مطابق (عن صفوان) ہے جیسا کہ ترجمہ نمبر 6567 میں ہے "ابن" کا تصحیف واؤ سے ہو گئی تو وہ روای ایک کی بجائے دو ہو گئے جیسا کہ ترجمہ نمبر 6573 میں مسطح بن اثاثہ وعباد ابن المطلب۔ یہاں عباد سے قبل ابن تھا جو کہ واؤ میں بدل گیا کیونکہ عباد مسطح کے اجداد میں سے ہیں۔ اسی طرح تصحیف سمعی، خطی اور سمعی خطی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔[9]

اسماء اور کنیتوں میں تعدد اور عدم فرق:

اسماء، کنیتوں اور القاب کے سلسلے میں یہ مسئلہ آتا ہے کہ محققین کبھی نام، کبھی کنیت اور کبھی لقب سے صحابی کا ذکر کر دیتے ہیں جس سے ایک ہی صحابی کا ذکر اور ترجمہ متعدد بار ہو جاتا ہے جس سے اس کے دو یا تین ہونے کا گمان ہوتا ہے جب کہ حقیقت میں وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی راوی یا صحابی کے دو اسماء اور دو القاب سے عدم واقفیت کی بناء پر بھی تکرار تراجم ہو جاتا ہے جیسا کہ عامر بن مالک الکعبی (ترجمہ نمبر 6566) وہ قشیری بھی ہیں اس طرح کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ دو الگ الگ شخصیات ہیں جب کہ وہ ایک ہی شخصیت ہے۔ یا راوی کو جد کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اسی طرح کبھی سابقہ کتب کے مصنفین پر اعتماد کرتے ہوئے ذکر کر دیا جاتا ہے اسی طرح کبھی کسی صحابی کا نام خواتین صحابیات میں ذکر دیا جاتا ہے یا کسی اسم کے اضافے اور آخر میں تبدیلی سے بھی وہم واقع ہو جاتا ہے۔[10]

قبل از بعثت وفات:

کبھی ایسے شخص کو صحابہ میں ذکر کر دیا جاتا ہے جو قبل از بعثت نبوی فوت ہو گیا ہو جیسا کہ مثلاً سیف بن ذی یزن کو صحابہ میں ذکر کیا گیا تھا۔[11]

اسقاط و قلب کی اغلاط کا ازالہ:

کچھ الفاظ کا ساقط کرنے اور جگہ تبدیل کرنے کے نتیجے میں ہونے والی غلطیاں بھی ہوتی ہیں ایسی اغلاط کی طرف بھی ابن حجر نے اشارہ کیا ہے، جیسا کہ "عمرو السعدی" کے ترجمے میں سابق مصنفین نے حدیث ذکر کی ہے جس میں اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر، عطیہ بن عمرو السعدی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں سے کچھ نہ مانگو، اور اللہ سے سوال کرو کہ وہ ذمہ دار اور قادر ہو۔" حالانکہ یہ عطیہ، عمرو السعدی ہی ہیں۔ اور حدیث کی سند اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر کے طریق سے عن ابن عطیہ السعدی عن ابیہ سے معروف ہے۔[12] اسی طرح متشابہ اسماء سے وہم کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے جسے ابن حجر نے دور کیا ہے۔[13]

عدم تامل اور نافہمی کی بنیاد پر اغلاط:

ایسی اغلاط پر ابن حجر نے تنبیہ کی ہے مثلاً عامر بن حدیدۃ الانصاری کے ترجمۃ میں ابن حجر کے بقول ابن عبد البر نے ابوزید کنیت ذکر کی ہے اور یہ عدم تامل کی بنیاد پر خطا ہوئی کیوں کہ کتاب الکنی لاحمد میں ابوزید قطبۃ بن عمرو یا عامر بن حدیدۃ ہے اور صحابیت قطبۃ بن عمرو کے لیے ہے اور تردد ان کے والد کے نام میں ہے کہ وہ عمرو ہے یا عامر ہے۔[14]

مبہمات میں ذکر کرنے کی تجویز:

اس کی مثال گزشتہ کتب میں یزید بن نمران کے طریق سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ہے۔

"رأيت بتبوك رجلا مقعدا" جعفر مستغفری نے مقعد اس صحابی کا نام رکھ دیا جب کہ یہ اس کی صفت، حالت یا اسم جنس ہے تو اس کو مبہمات میں ذکر کرنا چاہیے تھا اور انہوں نے اس کو اسم گمان کر لیا۔ جس سے وہم پیدا ہوا گیا۔[15]

جھوٹے اور کذاب جنہوں نے صحابیت کا دعوی کیا ان پر بھی گرفت کی ہے مثلاً نسطور رومی[16]، ابوالحس راعی[17] اور مکلبہ خوارزمی[18]، بسر بن عبد اللہ[19]، ابی حیہ نمیری[20]، سرباتک[21] اور رتن ھندی[22] وغیرہ.

ابن حجر نے قسم چہارم میں ان غلطیوں کی طرف اشارہ کیا جو بہت زیادہ توجہ کے قابل ہیں اور یہ امر قابل توجہ ہے کہ ابو لحم الغفاری کے ترجمے میں، جسے ترمذی اور ابو عمر نے "ابی الغفاری" کی کنیت کے طور پر ذکر کیا تھا جس سے وہم ہوتا تھا کہ انہوں نے کہا کہ "ابی لحم" ان کی ایک کنیت ہے حالانکہ وہ کنیت نہیں ہے، لیکن وہ کنیت کی طرح ہو گیا اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس لیے کہا گیا کہ وہ گوشت نہیں کھاتا ہے، پھر ابن حجر نے اس کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے اس لیے کہ انہوں نے حرف ہمزہ فرض کر کے کہا کہ یہ کنیت ہے اور دوسری غلطی یہ تھی کہ اگر یہ کنیت ہو تو حق یہ تھا کہ اس سے قبل لام ہوتا کیونکہ الف اور یا اگر کنیت کا الفاظ و کلمات ہیں تو حروف کی ترتیب کا اعتبار مابعد کے حساب سے ہے جیسا کہ "الدولابی"، "ابن السکن" اور "ابن مندہ" نے اسے کنیت قرار دیا ہے جب کہ ابو نعیم نے ابن مندہ کی تردید کی ہے اور یہ صحیح ہے۔[23] درحقیقت قسم رابع ہی میں جدید نہج، التباس اور اوھام کا ارتفاع اور شکوک و شبہات کا ازالہ پر مشتمل ہے جو اس کتاب کو علم معرفۃ الصحابۃ میں ممتاز و فائق کر دیتا ہے۔[24]

منہج کی خصوصیات:

مقدمہ کے تعارف کا تجزیہ کرنے کے بعد منہج کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

حروف معجمہ کے اعتبار سے دقت ترتیب:

حروف معجم میں سے ہر حرف کو چار اقسام پر تقسیم کیا ہے مثلاً حرف الف کو چار اقسام پر منقسم کیا اسی طرح باء، تا اور ثا آخر تک منقسم کیا ہے۔ یہی اقسام اربعہ مردوں اور عورتوں کے ناموں اور کنیتوں میں حروف معجم کی ترتیب پر جاری کیں ہیں۔ ہر حرف کی ہر قسم پہلے اسم سے لے کر آخر اسم تک میں الفبائی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے اور حتی الامکان اس ترتیب کا لحاظ کیا اور بہت نادر اس سے اعراض کیا۔ لفظ ذو سے شروع ہونے والے اسماء کو ذو کے بعد والے اسم کے حرف کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔[25]

حروف و مواضع کے ذکر کرنے کی خصوصیت:

ابن حجر نے اسماء اور الفاظ کو قلم سے محفوظ کیا اور بعض اسما کو خاص حروف سے قید کیا۔ حروف اور مواضع کو ابن حجر نے اکثر صورتوں میں قلم سے ناموں اور الفاظ کو ترتیب دیا، گویا ان میں سے بعض کو حروف تک محدود رکھنے کی ضرورت کے لحاظ سے بہتر ہے، خاص طور پر چونکہ بہت سے زمانہ جاہلیت کا نام یا عجیب الفاظ جو پڑھنے میں مشکل ہیں وہ تحریف یا تصحیف سے محفوظ نہیں رہ سکتے چنانچہ تمام محتاج ضبط الفاظ کو ضبط نہیں کیا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مشتبہ کلمات و اسماء پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام "تبصير المنتبه بتحرير المشتبه" ہے جو کہ 816 ہجری میں مکمل کی[26] اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخصوص الفاظ کو ابن ماکولا یا دوسرے لوگوں نے ضبط کیے تھے۔[27]

تراجم صحابہ کرام میں تکرار:

بعض تراجم میں تکرار ہے۔ بعض حروف کی بعض اقسام میں تراجم سے خالی ہیں۔ بعض اوقات ایک صحابی کا ذکر قسم اول میں ہوتا ہے جس کی صحابیت بطریق صحیح، حسن یا ضعیف سے ثابت ہوتا ہے لیکن اس کو قسم رابع میں بھی ذکر کیا تاکہ جن لوگوں نے اس صحابی کو علی سبیل الوھم ذکر کیا ہے اس پر تنبیہ کرنے کے لیے قسم رابع میں ذکر کیا ہے یہاں ذکر کرنے کا مقصد ان کا یہ ہے کہ مکمل مناقشہ کر کے صحیح اور غلط میں فرق کیا جا سکے۔

تکرار کی ایک وجہ یہ بھی ایک فرد کے دو یا تین نام ہیں کبھی وہ حقیقی ہوتے ہیں اور کبھی تصحیف، تحریف یا وہم کی بنیاد پر ہیں تو اسی صورت میں ابن حجر اس کو دو یا تین جگہ ذکر کر دیتے ہیں اور ماقبل کا حوالہ دے دیتے ہیں کیوں کہ صحابہ کرام کے نام اور نسب کا ضبط بہت احتیاط والا کام ہے اور جاہلیت والے نام بالخصوص غیر مانوس ہیں جس سے التباس اور وہم ہو جاتا ہے اور دو تراجم بن جاتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ ایک ہی فرد ہوتا ہے۔[28] مثلاً ھند بنت ابی امیۃ کو ترجمہ نمبر 11845 کے تحت ذکر کیا ہے[29] اور دوبارہ کنیت کے ساتھ ام سلمہ ام المومنین کی کنیت سے ترجمہ نمبر 12061 کے تحت ذکر کیا ہے۔ کسی صحابی کا سوانحی خاکہ دو اسموں کے تحت ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "خاطب" کے نام سے بھی مخاطب کیا۔[30]

الاصابۃ میں حوالہ جات کا منہج:

ابن حجر بہت کم مکمل احادیث کا حوالہ دیتے ہیں صرف اطراف حدیث کو بیان کرتے ہیں اور متعلقہ کتاب کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ جس قصہ یا خبر کی جتنی ضرورت ہوتی ہے وہاں اسی قدر ذکر کر دیتے ہیں اور بقیہ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔[31] اسی طرح جب کسی صحابی کا نام ذکر کر دیتے ہیں جب اس کو قسم ثانی میں دوبارہ ذکر کرتے ہیں تو پہلے کی طرف بھی اشارہ کر دیتے ہیں مثلاً ابراہیم نام کے صحابی کا ذکر دو جگہ کیا ہے۔[32] لیکن اس کا اہتمام ضروری نہیں کہ ہر جگہ کیا ہو اسی طرح جب اس کو کنیت کے باب میں ذکر کرنا ہوتا ہے تو اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور اس کا حوالہ دے دیتے ہیں۔[33] اسی طرح کون سا صحابی کس قسم میں شمار ہوتا ہے اس کی تصحیح اور وضاحت کرتے ہیں مثلاً رباح بن قصیر اللخمی قسم اول اور قسم سوم میں ذکر کیا اور آخر میں کہا" وهو من هذا القسم على الصحيح" کہ ان کو قسم اول میں شمار کرنا صحیح ہے[34]. بھائیوں بہنوں، بیٹوں اور اجداد کا ذکر ایک جگہ کر دیتے ہیں اور بقیہ مقامات پر حوالہ دیتے ہیں۔[35] انہوں نے اپنی کچھ تصانیف کا حوالہ دیا جیسے کہ بخاری کی شرح فتح الباری[36]، كتاب الأوائل[37]، تعليق التعليق[38]، لسان الميزان[39]، أسباب النزول[40]، تهذيب التهذيب[41] کتاب

المعمرین[42]، العشرة العشارية،[43] الأربعين المتباينة،[44] كتاب معرفة المدرج والبناء الجليل بحكم بلد الخليل[45]، مبهمات القرآن[46] اور بعض مفرد اجزاء کا بھی ذکر کیا ہے ان حوالہ جات کے منہج سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن حجر کے پیش نظر اختصار ہے۔

تاریخی منہج:

الاصابۃ کا تاریخی مواد زمانہ جاہلیت سے لے کر پہلی صدی ہجری اور آخری صحابی کی وفات تک کے مواد پر مشتمل ہے اور جن کو وھم کی بنیاد پر صحابہ کرام میں شمار کیا ہے ان پر تنبیہ کرنے کے دوران اموی دور کے واقعات بھی مذکور ہیں۔

آخری صحابی کی وفات:

آخری صحابی جس کی وفات کی تاریخ ملتی ہے وہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ دوسی ہیں اور اس کی وفات کے بارے میں 102 ہجری تا 110 ہجری تک کی مختلف روایات موجود ہیں[47] اسی لیے جو اس کے 110 ہجری کے بعد صحابیت کا دعوی کرے گا وہ مردود ہوگا اور اگر کوئی جماعت دعوی کرے گی تو جھوٹی کہلائے گی۔ محدثین کے مطابق جس دن آپ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل فرمایا کہ آج جو افراد دنیا میں موجود ہیں وہ ایک سو سال بعد موجود نہ ہوں گے۔[48]

آخری صحابی جس کی مدینہ میں وفات ہوئی وہ جابر بن عبد اللہ ہیں جن کے بارے میں بعض کے نزدیک 78 ہجری اور بعض[49] کے نزدیک 74 ہجری ہے جب کہ بعض نے کہا سھل بن سعد بن مالک ہیں یا 91 ہجری ہے یا پھر 96 ہجری ہے[50]

آخری صحابی جو کوفہ میں 86 ہجری فوت ہوئے وہ عبد اللہ بن ابی اوفی ہیں۔[51] بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی انس بن مالک 90 ہجری میں وفات پائی[52]۔ فلسطین میں وفات پانے والے آخری صحابی ابو ابی، عبادہ بن صامت کی اہلیہ کے بیٹے ہیں۔[53] شام میں وفات پانے والے آخری صحابی عتبہ بن عبد نے سن 78 ہجری میں وفات پائی۔[54] جب کہ یہ کہا گیا کہ حمص میں عبد اللہ بن بسر نے آخر میں وفات پائی دمشق میں واثلہ بن اسقع اور مصر میں عبد اللہ بن حارث بن جزء اور یمامہ میں ھرماس بن زیاد، جزیرہ میں عرس بن عمیر، افریقہ میں رویفع بن ثابت اور یمامہ میں سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم نے وفات پائی۔[55]

ایسے تابعین کے تراجم بھی کثیر تعداد میں آگئے جن کو صحابہ میں شمار کر لیا گیا جس کے ضمن میں تاریخی ادب کا کافی مواد بھی الاصابۃ کا حصہ بن جاتا ہے اور وہ ابن حجر کے نقد سے واضح اور نکھر کر سامنے آجاتا ہے اس طرح تاریخ کے حوالے سے محدثین کا اصول بھی سامنے آجاتا ہے۔ مثلا نواح بن سلمۃ الارشی کا ذکر جو کہ عہد بنی مروان میں تھا[56]۔

الاصابۃ میں تراجم صحابہ کی وسعت اور تراجم فہمی:

یہاں یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ کتاب "الاصابۃ" نے صحابہ کرام کے تراجم کے لیے کس قدر جامع ہے؟ اور اس کے مشمولات کس قدر سوانحی خاکہ پیش کرتے ہیں؟ ابن حجر نے "الاصابہ" کے اپنے مختصر مقدمے میں متعدد مصنفین کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے بعض پر تنقید بھی کی ہے ابن عبد البر اور اس کی کتاب "الاستیعاب" کا تذکرہ کیا ہے جسے انہوں نے کہا ہے کہ ان کے گمان کے مطابق ابن عبد البر نے سابقہ کتب میں جو کچھ تھا اس کو اپنی کتاب میں سمو لیا اور اس پر لکھے گئے حاشیوں کا ذکر کیا لیکن اس کے باوجود بہت کچھ رہ گیا پھر اس نے ابن الاثیر کی کتاب "اسد الغابۃ" کا ذکر کیا ہے اور اس پر تنقید کی ہے۔ پھر اس نے اپنی کتاب کا ذکر کیا جو حافظ ابو عبد اللہ الذہبی کے لکھے

ہوئے ناموں پر اضافہ کے ساتھ ہے اور ان کی اغلاط اور عدم صحابیت والی شخصیات کی عدم صحت کا ذکر کیا البتہ ابن حجر ان تراجم کا استیعاب نہیں کر سکے بلکہ وہ اس کے قریب بھی نہیں پہنچے۔

اس حوالے سے ابوزرعہ کے قول کو بہت اہمیت دی ہے کہ ابوزرعہ نے ان لوگوں کے سوال کا جواب دیا جنہوں نے ان سے خاص طور پر راویوں کے بارے میں پوچھا تو دوسروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان تمام افراد سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا اس میں کسی نام یا لقب سے ذکر کیا گیا ہے ان کی تعداد 3500 ہے اور ان کو ایک بڑے دیوان میں شمار کر مشکل ہے اور ابن فتحون نے اس تعداد کے قریب اپنی حالت کے مطابق اس کی تصحیح کی ہے۔[57] ابن حجر نے ذہبی کے ہاتھ کی لکھی کتاب التجرید کو پڑھا۔ شاید وہ سب آٹھ ہزار ہیں اور اگر ان میں اضافہ نہ ہو تو ان میں کمی نہ آئی ہو گی[58] پھر اس نے اپنے خط سے لکھے "اسد الغابۃ" کے نسخے میں موجود سات ہزار پانچ سو چوون صحابہ کرام پائے گئے ہیں۔[59]

خطیب نے اپنی سند صحیح کے ساتھ ثوری کی اس بات کو ثابت کہ جس نے علی کو عثمان پر مقدم کیا ان کی تعداد بارہ ہزار سے زائد تھی حضور ﷺ کی رحلت ہوئی اور آپ ﷺ ان سے راضی تھے امام نووی کے بقول یہ وصال نبوی کے بارہ سال بعد کی بات ہے باوجود اس امر کہ ابوبکر کی خلافت میں ارتداد اور فتوحات کثیرہ کے باعث بہت سے افراد نے وفات پائی جن کے اسماء منضبط نہ ہو سکے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کثیر فتوحات اور طاعون عمواس وغیرہ میں لاتعداد اصحاب کی وفات ہوئی جن کو شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ ان کے نام مخفی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر عرب بدو ہیں اور ان میں سے اکثر حجۃ الوداع میں شریک ہوئے تھے اس وجہ سے سب کو شمار نہیں کیا جاسکتا البتہ الاصابۃ میں 12304 اصحاب کے تراجم موجود ہیں اور اس میں نام، کنیت اور لقب کے باعث تکرار بھی ہے اور کچھ وہم کی بنیاد پر بھی صحابہ میں شمار ہوئے ہیں مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ ابن حجر نے یہ نکالا ہے کہ تمام صحابہ کرام کے تراجم کا استیعاب ممکن نہیں بلکہ اصل صحابہ کرام کی تعداد کا پانچواں حصہ بھی نہیں ہے۔

واضح رہے کہ علم معرفت صحابہ کرام میں استدراکات اور ضمیموں کے ظہور اور اس حوالے سے موجود تصانیف میں اوہام کی توضیح اس امر کی دلیل ہے کہ اس قسم کی تصانیف رقم کرنے والے بہت ذی شعور اور صاحبان فہم و فراست تھے لیکن نویں ہجری کے نصف اول میں الاصابۃ کے منصہ شہود پر آنے کے بعد علم معرفت صحابہ کرام پر کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی اور الاصابۃ پر کوئی ضمیمہ اور استدراک بھی شائع نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ابن حجر نے اس کتاب کے لیے کتنی عظیم مشقت اور خوب جدوجہد کی یہاں تک امام سیوطی کے مطابق یہ ایک بہترین جامع کتاب ہے جس کا میں نے اختصار کیا ہے[60] اور حاجی خلیفہ نے اس کا "عین الاصابۃ" نام ذکر کیا ہے۔[61]

لاصابۃ میں ابن حجر کا نقدی منہج:

نقد سند و حدیث میں منہج: امام ابن حجر جو روایت یا سند ذکر کرتے ہیں اس کے ضعف اور قوت کو بیان کرتے ہیں مثلاً اگر روایت ضعیفہ لے کر آئیں تو اس کا ضعف بتاتے ہیں اور اس سے ترجمہ میں جو استدلال کرنا ہوتا ہے وہ بھی کر لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے صاحب القصہ کا حضور ﷺ سے سماع ثابت ہے۔[62] یا سند ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں واقدی اور وہ فضول راوی ہیں[63] یا وہ کذاب ہیں[64] اور جب صاحب طبقات ابن سعد سے روایت لیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس میں واقدی ہے اور یہ کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے[65]۔ ضعیف روایات کو کتاب الضعفاء سے ذکر کرتے ہیں تو اس پر مناقشہ اور تنبیہ کرتے ہیں۔[66] روایات مین تناقض کو بیان کرتے ہیں اور شاذ

روایت میں جس شخص کا تفرد ہو اس پر اطلاع کرتے ہیں۔[67] مثلا ابن بن سعید بن العاص کی تاریخ وفات سے متعلق متعدد اقوال کو ذکر کیا ہے اور مکمل مناقشہ کیا۔[68] روایات پر جو اشکال وارد ہوتے ہیں ان کا بھی ازالہ کر دیتے ہیں۔[69]

ثبوت صحابیت پر استدلال کا منہج:

ثبوت صحابیت پر مکمل مناقشہ کرتے ہیں مثلا مروان کی صحابیت پر مناقشہ کیا اور آخر میں کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو صحابیت حاصل ہے یا نہیں؟[70]۔ کبھی اثناء ترجمہ میں حدیث ذکر کرتے ہیں لیکن اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو ثبوت صحابیت پر دلالت کرے کیوں کہ حدیث مرسل ہے [71] یا سابقہ مصنفین پر اعتماد کرتے ہوئے ایک ترجمہ میں دو احادیث ذکر کرتے ہیں اور ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی میں ایسی بات نہیں جو کہ سماع یا صحابیت پر دلالت کرتی ہو۔[72] کبھی متقدمین کی آراء کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر نقد کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم، ابن رسول اللہ کے بارے میں کہا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔ اس پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑی جسارت ہے۔[73]

حسب ونسب پر نقد کا منہج:

صحابہ کرام کے نام کو خصوصی طور پر ذکر کرتے ہیں اور اس کے لیے سابقہ کتب کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ کبھی شعر کا حوالہ دیتے ہیں مثلا حمزہ بن عبد المطلب کے ترجمہ میں اشعار ذکر کیے [74]۔ کبھی کسی قصہ کا حوالہ دیتے ہیں جیسے عتیک بن بلال انصاری کے ترجمہ میں قصہ کا حوالہ دیا۔[75] کبھی کہتے ہیں شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ میں ذکر نہیں کیا جیسے عبد الرحمن عمارہ المخزومی کے ترجمہ میں یہی کہا ہے[76] اور کبھی فرماتے ہیں کہ اس کی روایت نہیں لیکن فتح مصر میں شریک نہیں ہوئے [77] اور کبھی اس کو مغازی میں تخریج کرتے ہیں۔[78] کبھی دیوان حسان سے [79]، کتاب الامثال للمفضل الضبی[80] اور کبھی تعلیقۃ القاضی [81] سے حوالہ جات دیتے ہیں۔ کبھی کسی صحابی اور صحابیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس سے متعلقہ اور مربوط افراد کا ترجمہ بھی ذکر کر دیتے ہیں۔[82]

یہ توضیحی امثال ہیں البتہ اس سلسلے کی بنیادی چیزیں تین ہیں۔

1: مغازی میں صحابہ کرام کو امیر بنایا کرتے تھے جس سے صحابیت ثابت ہوتی ہے۔

2: صحابہ کرام اپنی اولاد کا نام اور گھٹی حضور ﷺ سے رکھوایا کرتے تھے جس سے ثبوت صحابیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

3: مکہ اور طائف میں سن دس ہجری کے بعد جو بھی تھا وہ مسلمان ہو کر حجۃ الوداع میں حاضر ہو گیا لہذا شرکا حجۃ الوداع صحابی ہیں۔

عام تراجم میں نسب کا اہتمام کیا ہے اگر نسب کا علم نہ ہو تو فرماتے ہیں کہ ان کو مصریین میں شمار کیا جاتا ہے یا بصریین میں شمار کیا جاتا ہے یا یہ اہل مدینہ سے ہیں یا اہل کوفہ سے ہیں۔[83] بہت سارے تراجم میں عدم نسب کی تصریح بھی کر دی ہے جس میں کہتے ہیں یہ صحابی بلا نسب ہے[84] جب بھائی، بہنوں، آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہیں تو صرف ایک جگہ نسب ذکر کرتے ہیں اور باقی جگہ حوالہ دیتے ہیں۔ نسب میں اختلاف کو بھی بیان کرتے ہیں مثلا حضرت خضر علیہ السلام کے نسب میں بیان کیا۔[85] صحابہ کرام جن شہروں میں ہجرت کر گئے ان کا بھی ذکر کرتے ہیں مثلا ابو موسی اشعری[86]۔

خلاصۃ البحث:

الاصابۃ میں تراجم کی تیسری قسم بہت اہم ہے جس میں ابن حجر بہت سے نکات بیان کیے ہیں۔ابن حجر کے تراجم میں بہت تکرار ہے کیوں کہ وہ ایک صحابی کا بار بار متعدد ناموں اور کنیتوں سے ذکر کرتے ہیں۔ابن حجر صحابہ کرام کی عمر پر بحث کرنے کی ضرور کوشش کرتے ہیں اور ان کے سن وفات کا بھی ذکر کیا ہے۔بہت زیادہ عمر والے صحابہ کرام کا بھی ذکر کیا ہے۔ابن حجر نے جو اصول قائم کی کیے ہیں ان کا بار بار ذکر کیا ہے۔سند اور متن پر اپنے تحقیقی نکات ضرور ذکر کی ہیں۔اہل سیر اور سیرت نگاروں کی اغلاط پر بھی تنبیہ کی ہے۔صحابہ کرام کے نام کا صحیح تلفظ ذکر کیا ہے۔صحابہ کرام کی متعدد غزوات میں شرکت ضرور بیان کی ہے۔سابقہ محققین کے اوہام و اغلاط پر اور سابقہ کتب میں پائی جانے والی اغلاط پر خوب تنبیہ کی ہے۔ایک صحابی کا نسب نامہ ایک مقام پر ذکر کرتے ہیں اور باقی جگہ صرف حوالہ دیا ہے اور کسی جگہ حوالہ ترک کر دیتے ہیں۔صحابہ کرام نے جہاں جہاں ہجرت کی اور جہاں ان کی وفات ہوئی اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

حوالہ جات

[1] عسقلانی، ابو الفضل احمد بن محمد بن محمد بن حجر، فتح الباری ، دار المعرفۃ بیروت، 1379ھ جس میں *محمود* کی *احمد* مذکور ہے اور عسقلانی، ابو الفضل احمد بن محمد بن محمد بن حجر، الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃالثامنۃ :دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد،إحیاء التراث العربي،بیروت،33/2 ، میں اپنے والد کے حالات زندگی میں *محمود* لکھا ہے ۔بحوالہ ابن خلیل الدمشقی ،جمان الدرر:تصویری نسخہ ،مکتبہ دار الکتب ، بیروت : 2/726، سخاوی، شمس الدین، محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع: دار الجیل – بیروت،2، 38/1992، عسقلانی، ابو الفضل احمد بن محمد بن محمد بن حجر، تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه:ت، المؤسسة المصریة العامة للتألیف والأنباء والنشر،س ن ،:ج1،ص414

[2] شاکرمصطفی، التاریخ العربي والمؤرخون:دارسۃ فی تطویرعلم التاریخ ومعرفۃ رجالہ فی الاسلام،دار العلم للملایین، بیروت، 1980ء،ج1،ص8

[3] ابن حجر العسقلانی،أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (المتوفی: 852ھ)، تهذیب التهذیب:مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، الهند،طبع اول، 1326ھ،ج5،ص90، ج8،ص389

[4] ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن محمد بن محمد بن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ :دار الجیل۔بیروت 1992م ،ج1،ص4

[5] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: 5/1

[6] ایضا بحوالہ بالا

[7] نقاط میں تبدیلی تصحیف کہلاتی ہے اور بقاء حروف کے شکل میں تغیر تحریف کہلاتا ہے اور یہ متاخرین کی اصطلاح ہے ۔بحوالہ، جلال الدین السیوطی ، عبد الرحمن بن أبي بکر بن محمد بن سابق الدین الخضیری السیوطی ،ت ، محمد الفاریابي، تدریب الراوی : مکتبہ الکوثر، ناشر:ندارد۔ ،سن :ندارد،ج1،ص195

[8] ذهبی،شمس الدین،أبو عبد الله،محمد بن احمد بن عثمان (متوفي:748ه)،تجرید أسماء الصحابۃ،دارالمعرفۃ، بیروت،س ن، ج1،ص209

[9] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ترجمہ نمبر: 3740،6567،6573

[10] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 3/302، 3/308،307، تراجم نمبر: 6557،6568،6589،8509،8558

[11] أبو نعيم، أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى (المتوفى: 430هـ)، معرفة الصحابة: ت: عادل بن يوسف، دار الوطن لنشر، رياض، 1998ء، ج3، ص1233

[12] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج5، ص302/ ج5، ص189 ترجمہ نمبر: 9581، ابن عساکر، أبو القاسم علی بن الحسن بن هبه الله، تاریخ دمشق: دارالفکر، بیروت: 441/3 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: 8/307،

[13] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج5، ص170 ترجمہ نمبر: 655

[14] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج5، ص172

[15] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج6، ص582

[16] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ترجمہ نمبر: 8897

[17] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ترجمہ نمبر: 9805

[18] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ترجمہ نمبر: 6822

[19] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ترجمہ نمبر: 9471

[20] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ترجمہ نمبر: 9811

[21] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ترجمہ نمبر: 3743

[22] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ترجمہ نمبر: 2761

[23] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: 7/29،3

[24] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج1، ص167

[25] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج2، ص408

[26] ابن حجر العسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد (ت هـ)، تبصير المنتبه بتحرير المشتبه: تحقيق: محمد علي النجار، المكتبة العلمية، بيروت لبنان

[27] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج1، ص341

[28] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ترجمہ نمبر: 210،212،218،215

[29] ابن حجرعسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، 342/8، ابن عبد البر، أبو عمر، يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفى: 463هـ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ت: علی محمد البجاوی، دارالجیل، بیروت، 1920/1992،4

[30] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج6، ص483

[31] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج1، ص25، 26۔ 28، 30، 39، 3/301، 313

[32] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج1، ص19

[33] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج1، ص20، 42، 46 / ج5، ص760

[34] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج2، ص450،508

[35] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج1، ص294، 3/347، 350، 7/716، 717، 743742، 8/16، 143، 146

[36] ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ج3، ص289، 5/528، 344، 7/585، 7/535، 8/208، 288

[37] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج5،ص528

[38] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج5،ص18، 251، 7/347

[39] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج6،ص369/ ج7،ص408/ 5/110

[40] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج7،ص336/ ج6،ص552/ ج8،ص40

[41] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج7،ص20/ ج5،ص119

[42] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج6،ص369

[43] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج2،ص573

[44] ایضا

[45] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج7،ص447

[46] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج4،ص430

[47] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج6،ص407/ ج2،ص529

[48] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1،ص9/، ج2،ص 529، / ج4،ص613/ ج6،ص407

[49] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1،ص127

ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1،ص435، ج3،ص200

[51] کاتب مراکشی، الاستبصار فی عجائب الأمصار، دار الشؤون الثقافیہ، بغداد، 33:1986

[52] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1،ص127

[53] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج4،ص195

[54] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج4،ص436

[55] ابن کثیر،أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصري ثم الدمشقی (المتوفى: 774ھ)الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث: دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، :109

[56] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج6،ص501

[57] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج3،ص1، الرسالۃ المستطرفۃ: 128

[58] *لیکن جب راقم نے مراجعت کی تو ان کی تعداد 4190 بنتی ہے غالبا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے پاس کوئی مخطوطہ ہو گا جہاں سے یہ بات انہوں نے نقل کر دی* بحوالہ ذھبی، شمس الدین، أبو عبد اللہ، محمد بن احمد بن عثمان، تجرید أسماء الصحابۃ، دار المعرفۃ، بیروت، س ن

[59] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج3،ص1

[60] جلال الدین السیوطی، تدریب الراوی، ج2،ص208

[61] حاجی خلیفۃ، مصطفی بن عبد اللہ کاتب جلپی جو حاجی خلیفہ (المتوفی: 1067ھ)، کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون: دار إحیاء التراث العربي، ودار العلوم الحدیثہ، ودار الکتب العلمیہ، 1941، ج1،ص106

[62] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج1،ص100

[63] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج5،ص761

64 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج1،ص214

65 ایضا

66 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج5،ص400، / ج3،ص275/ ج7،ص615/ ج2،ص525

67 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج1،ص17، 18

68 ایضا

69 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:11،16 تا 55

70 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج5،ص58

71 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج1،ص175

72 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج5، ص431

73 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج3،ص373

74 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة: ترجمه نمبر :7569

75 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:5173

76 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:5430

77 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:7718

78 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:853

79 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر 2624

80 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج2،ص270، 271

81 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:6880

82 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:11402

83 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ترجمه نمبر:33، 39، 23، 45، 125

84 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج6،ص518

85 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج2،ص286

86 ابن حجر عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة:ج4،ص212، ابن الأثیر، أبو الحسن علی بن أبي الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم ، عز الدین (المتوفی: 630هـ)،اسد الغابةفی معرفة الصحابة:ت: علی محمد معوض عادل أحمد عبد الموجود،دارالکتب العلمیه، بیروت،1994ء،ج6،ص299